بلوچستان میں اقبالیات کے حوالے سے ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی خدمات

مہر محمد اعجاز صابر

ABSTRACT:

The contribution of Dr Inam-ul-Haq Kausar for the progress of Urdu Language and Literature with refernce to the Balochistan is remarkable. He chose the field of research and crticissm in perspective of Balochistan in its vast field of studies and with his busy schedule of teaching and other administrative responsibilities. He wrote a hundred of research papers in Urdu. English and Persian on different topics related to the soil of Balochistan especially about History of Urdu in Balochistan, Study of Iqbal in Balochistan, Pakistan movement of freedom and History of Muslim League in Balochistan, Persian poetry in Balochistan and History of Muslim religion and related areas. In this article a study of his work on Iqbaliat is presented with context to Balochistan.

ڈاکٹر انعام الحق کوثر (۱۹۳۱ء۔ ۲۰۱۴ء)نے بلوچستان کے حوالے سے جن موضوعات پر تحقیقی کام سرانجام دیا، اُن میں ایک اہم موضوع بلوچستان میں اقبالیات کو متعارف کرانا ہے۔اس موضوع پر اُن کی تصنیفات و تالیفات میں '' مرد حر ''(۱۹۷۸ء)، ''علامہ اقبال اور بلوچستان'' (۱۹۸۷ء)، '' اقبالیات کے چند خوشے '' (۱۹۸۸ء)، ''اقبال شناسی اور بلوچستان کے کالج میگزین ''، (جلد اوّل و جلد دوم)، ''اقبال شناسی اور ادبائے بلوچستان کی تخلیقات ''، (جلد اوّل و جلد دوم)، '' مطالعہ اقبال بلوچستان میں'' اور ''بلوچستان میں تذکرۂ اقبال'' (۲۰۰۵ء) شامل ہیں۔ان میں سے ''مردحر'' میں ڈاکٹر کوثر کے تحریر کردہ پانچ مضامین اور مقالے شامل ہیں۔'' علامہ اقبال اور بلوچستان '' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے اُس وقت کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر جی الانہ کے اصرار پر ترتیب دی گئی اور یونیورسٹی کے شعبۂ اقبالیات نے اسے ۱۹۸۶ء میں شائع کرایا۔ ۱۹۹۸ء میں اضافے و ترتیب کے ساتھ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور کے زیرِ اہتمام اس کی اشاعت دوم سامنے آئی۔اس کتاب میں'' بلوچستان کا مختصر جغرافیائی تعارف''، ''علامہ اقبال کی بلوچستان میں_ تشریف آوری''، '' بلوچستان کے بعض صاحبان علامہ کی خدمت میں''، ''کوئٹہ کا ۱۹۳۵ء کا قیامت خیززلزلہ اور علامہ اقبال''، '' بلوچستان کی متعدد ادبی شخصیات اور علامہ اقبال''، ''بلوچستان کی مختلف درس گاہوں کے میگزین کے اقبال سے متعلق مندرجات''، ''ڈاکٹر اقبال سے متعلق اولس (پشتو، بلوچی اور براہوئی)'' کے عنوانات سے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔'' اقبالیات کے چند خوشے'' ڈاکٹر کوثر کے اقبالیات کے حوالے سے تیرہ مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے۔''اقبال شناسی اور بلوچستان کے کالج میگزین ''، جلد اوّل و جلد دوم، اور ''اقبال شناسی اور ادبائے بلوچستان کی تخلیقات ''، جلد اوّل و جلد دوم، میں اوّل

الذکر بلوچستان کے کالجوں کے رسائل و جرائد میں اقبال کے موضوع پر مضامین کے دو جلدوں میں شائع ہونے والے مجموعے ہیں، جب کہ آخر الذکر دوجلدوں میں بلوچستان کے مختلف ادباء کی اقبال سے متعلق تحریریں شامل ہیں۔

ڈاکٹر کوثر کے اقبالیاتی سرمائے کی نوعیت دو قسم کی ہے۔ پہلی قسم میں اُ ن کی وہ تصانیف شامل ہیں، جن میں اقبال سے متعلق اُن کے اپنے مضامین شامل ہیں۔دوسری قسم اُن کی وہ تصنیفات و تالیفات ہیں، جن میں اقبالیات سے متعلق اُن کا مرتّب کردہ مواد اور دوسرے مضمون نگاروں، مقالہ نگاروں کے اقبال سے متعلق مضامین و مقالے شامل ہیں۔ پہلی قسم میں اُن کی تصنیفات ’’مردِ حُر‘‘ اور ’’ اقبالیات کے چند خوشے ‘‘ شامل ہیں۔ دوسری قسم میں ’’اقبال اور بلوچستان‘‘، ’’اقبال شناسی اور بلوچستان کے کالج میگزین ‘‘، ’’اقبال شناسی اور ادبائے بلوچستان کی تخلیقات ‘‘، ’’ مطالعۂ اقبال بلوچستان میں‘‘ اور ’’بلوچستان میں تذکرہ ٔاقبال‘‘ شامل ہیں۔زیرِ نظر مقالے طوالت سے بچنے کے لیے ڈاکٹر کوثر کی تصانیف ’’مرد حر‘‘ اور ’’ اقبالیات کے چند خوشے‘‘ میں شامل مضامین و مقالوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

اقبالیات ایک وسیع موضوع ہے، جو پوری ملّتِ اسلامیہ سمیت بر صغیر کے مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ تاریخ کی معاشرتی، معاشی، سیاسی، دینی و ملی اور ثقافتی پہلوئوں پر بحث کرتاہے۔اقبال کے افکار و نظریات کا اثر بر صغیر کے مسلمانوں کے اعمال و کردار پر پڑا اور وہ مسلمان، جو خواب غفلت کا شکار ہو کر اپنے دین سے بیگانہ ہو چلے تھے، دوبارہ دین کی راہ پر چلنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔اقبال نے، جب آنکھ کھولی، تو یہ زمانہ برصغیر کے مسلمانوں کے زوال و ابتری کا زمانہ تھا۔اُنھوں نے، جب اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کیا، تو اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ دین، دینِ برحق ہے۔یہی وجہ ہے کہ اقبال لمحہ بھر کے لیے بھی مایوس نظر نہیں آتے اور کہہ اٹھتے ہیں۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

ڈاکٹر سیّد حسین محمد جعفری لکھتے ہیں کہ: ’’اقبال نے نیک ارادوں اور خلوص دل کے ساتھ عہدِ حاضر اور اسلام کے حوالے سے، اُن بنیادی اُمور پر غور کیا تھا، جن سے کسی قوم کی زندگی، اس کے ارتقاء اور عروج و زوال کی داستان مرتّب ہوتی ہے۔‘‘ ۱؎ کلام اقبال دلوں پر اثر کرتا ہے۔اقبالیات اور اقبال شناسی پر سینکڑوں مضامین اور تحقیقی مقالے قلم بند کیے جا چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ بقول پروفیسرمحمد منور، دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک وہ جو جیتے ہوئے بھی مرے ہوئوں کی طرح ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو مرکر بھی زندہ رہتے ہیں۔ ۲ ؎ اور اقبال اپنی شاعری اور افکار و خیالات کے ذریعے آج بھی زندہ ہیں۔ ڈاکٹر کوثر لکھتے ہیں کہ: ’’ جہاں اس صدی کے ادبیات کے مجدد علامہ اقبال اپنی ہمہ گیر شخصیت کے باعث بلوچستان میں مقبول ہوئے اور وحدت ملّی کے مظہر ٹھہرے، وہاں یہاں کے لوگوں کے مزاج کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔وہ جان جوکھوں میں ڈالنے والی زندگی کے دل دادہ، سادگی پسند، غیرت مند، فرار گریز، مستی اور خود فراموشی سے دور بھاگنے والے ہیں۔علامہ اقبال مثبت انداز کی مبارزہ طلبی کو بہت پسند کرتے ہیں۔‘‘ ۳؎ ڈاکٹر کوثر نے اقبال کے افکار و نظریات کا اہلِ بلوچستان کی انھی اوصاف کے تناظر میں مطالعہ پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر کوثر کی علامہ اقبال پر پہلی باقاعدہ تصنیف ’’مرد حر ‘‘(۱۹۷۸ء) ہے، جو اُن کے اقبال پر لکھے گئے پانچ مضامین بہ عنوان ’’مرد حر‘‘، ’’مرد مومن‘‘، ’’ علامہ اقبال اور عصبیت‘‘، ’’تعلیم علامہ اقبال کی نظر میں‘‘اور’’تعلیم ایک تاریخی عمل کی حیثیت سے‘‘ پر مشتمل ہے۔پہلے مضمون ’’مرد حر ‘‘میں علامہ اقبال کے ایک انسان کامل کے بنیادی فلسفے کو موضوع بنایا گیا ہے۔علامہ نے انسانِ کامل کے لیے مردِ حر سمیت مردِ مومن، مردِ کامل، مردِ حق، مردِ آزاد، مردِ خدا اور اس جیسی کئی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔اس مضمون میں مردِ حر سے مراد انسانِ کامل ہے، جس کی عمدہ تشریح و توضیح اس مضمون میں کی گئی ہے۔علامہ اقبال کے کلام کی روشنی میں مردِ حر کی خصوصیات کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ نوجوان نسل کے لیے ایک راہ متعین ہو۔علامہ کے ہاں ایک بندۂ حر، اللہ تعالی کی واحدانیت پر مکمل یقین رکھتاہے۔ وہ غیر معمولی جرآت، دلیری اور بہادری کی صفات کا حامل ہوتا ہے۔اعلیٰ اور سچی حریّت کا علم بردارہونے کے ساتھ ساتھ نظم و ضبط کا خیال رکھتا ہے۔اُس کے دل میں کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا، چناں چہ اللہ کی ذات کے سوا نہ، تو کسی کا خوف اُس کی راہ میں حائل ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اُس کی ذاتِ مبارکہ کے علاوہ کسی کے سامنے سر جھکاتا ہے۔ مردِ حر، اللہ کے نائب کی حیثیت سے سعیٔ مسلسل، عمل اور ضبطِ نفس کے مراحل سے گزرتا ہوا اپنی ذمہ داریوں کو اس طرح سر انجا دیتا ہے کہ اس کے نتیجے میں زندگی کے عناصر پر اُ س کی حکمرانی قائم ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر لکھتے ہیں کہ:

’’مرد حر جلالی اور جمالی صفتوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔وہ زندگی کے سوز وساز سے اچھی طرح آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے مضبوط جسم میں ایسا دل رکھتا ہے، جو درد سے آشنا ہوتا ہو۔اس کی مثال یوں ہے جیسے پہاڑ کے پہلو میں اچھلتی، پھسلتی اور سنبھلتی ندی ہو، وہ ندی جب چمن سے گزرتی ہے تو نغمے بکھیرتی ہے اور جب چٹانیں اس کا راستہ روکیں تو وہ تند خو بن جاتی ہے۔یہی کیفیت مرد حر کی ہوتی ہے۔علامہ گویا ہوتے ہیں ؂

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

....

گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا۴؂

انسان کامل نہ صرف اپنی ذات کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے، بلکہ دوسروں کے لیے بھی فلاح اور کامیابی کا سبب بنتا ہے۔مردِ حر کو فقر کی دولت پسند ہوتی ہے، ایسا فقر جس میں سکون، جمود، مفلسی، محتاجی اور بے عملی کا دور دور تک شائبہ نہیں ہوتا۔اقبال فقر کو بے نیازی کے معنوں میں پسند کرتے ہیں۔اس سے خودی بڑھتی ہے اور انسان کو معاشی اور مادی مسائل کے حل میں بے انتہا مدد ملتی ہے۔ ترقی اور کامیابی کا دارومدار سخت کوشی، محنت، عمل اور مسلسل جدوجہد پر ہوتا ہے۔مردِ حر عبادت کے ساتھ ساتھ عملِ پیہم پر یقین رکھتا ہے۔اخلاق و کردار کے حوالے سے وہ ایک مثال ہوتا ہے۔سرکار

دوجہاں حضرت محمد ﷺوسلم کی سیرتِ طیبہ کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اور اُس کا دل عشق رسولﷺ سے سر شار ہوتا ہے۔ڈاکٹر کوثر اپنے اس مضمون میں اقبال کے مردِ حر کی سیرت و کردار کے مختلف پہلوئوں کو اُن کے کلام کی روشنی میں اس طرح سامنے لائے ہیں کہ ان پر عمل پیرا ہوکر پاکستانی نوجوان اُس مقام اور رُتبے کو حاصل کر سکتے ہیں، جس کی آرزو اقبال کو رہی ہے۔

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا

مضمون ''مرد مومن'' میں اقبال کے مرد ِمومن کو سامنے لایا گیا ہے۔مردِ مومن اقبال کے کلام کا اہم موضوع رہا ہے۔ایمان سے محروم قوموں کا انجام الم ناک ہوا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت و مرتبے والا وہ ہے، جو پرہیزگار اور متقی ہے۔پرہیز گاری اور تقویٰ ایمان کی کامل نشانیوں میں سے ہیں۔سورۃ المنفقون میں اللہ تعالی نے عزت کا حق دار صرف اللہ، اُس کے رسول ﷺ اور مومنوں کو قرار دیا ہے۔ اقبال کو مردِ مومن کی تلاش رہی ہے۔اُن کے نزدیک مرد ِمومن کی بنیادی خوبیوں میں اُس کا بے مثال ہونا، اللہ کے سوا اُس کا کسی اور قوت کے سامنے نہ جھکنا، اللہ کی واحدانیت پر کامل یقین ہونا، اللہ تعالی پر مکمل بھروسہ ہونا، اللہ عزوجل کی ہستی پر کامل بھروسہ ہونا، ضمیر فروشی کا مخالف ہونا، اللہ ہی کو اپنا رازق ماننے والا ہونا، خودی اور خود داری کا حامل ہونا، دُنیا میں اپنے آپ کو غرق کرنے کی بجائے دُنیا کو اپنا اسیر بنانے والی صفات کا حامل ہونا، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینے والا ہونا، مشکل سے مشکل حالات کا مردانہ وارمقابلہ کرنے والا ہونا، سخت کوشی، محنت، عملِ پیہم، جدوجہد سے کام لینے والا، دل کا پاک اور بے داغ کردار کا مالک ہونا شامل ہیں۔ڈاکٹر کوثر لکھتے ہیں:'' باعمل مردِ مومن کی اُمیدیں کم اور مقاصد عظیم ہوتے ہیں۔

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز''۵ے

مسلسل عمل کی بدولت مومن کی ذات کے اندر چاروں روحانی عناصر قہاری و غفاری اور قدوسی و جبروت پیدا ہو جاتے ہیں، جو مرد مومن کی قدم بہ قدم رہنمائی کرتے ہیں اور اس طرح وہ اسے معاشرے کا کامیاب فرد بننے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔مرد ِمومن کی ایک پہچان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ قرآنِ پاک اور اُسوئہ رسول ﷺ پر عمل پیرا رہتا ہے اور اُس کا دل عشق رسول ﷺ سے معمور ہوتا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت پادشاہی علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں ؟فقط اک نقطئہ ایماں کی تفسیریں

مضمون ۔''علامہ اقبال اور عصبیت '' موضوع اور مواد کے اعتبار سے اہم مطالعہ ہے۔اقبال نے مغرب سے تعلیم حاصل کی اور جدید فلسفے کا گہرائیوں سے مطالعہ کیا۔اُنھوں نے مغربی تہذیب کو قریب سے دیکھا، لیکن اُن کا ذہن مشرقیت پسند اور دین اسلام کر طرف راغب رہا۔یہ دراصل اُن کے

والدین کی تربیت کا نتیجہ تھا۔برصغیر کے قدیم آریائی قبائل، یونانی اور زمانہ جاہلیت کے عرب قبائل کا نظریہ کہ اپنی زبان اور نسل سے تعلق نہ رکھنے والے افراد وحشی اور جاہل ہوتے ہیں، عصبیت اور جہالت پر مبنی تھا اور علامہ اقبال نے ہمیشہ اس نظریے کی مخالفت کی، کیوں کہ دینِ اسلام میں زبان، رنگ، نسل اور وطنی خیالات کو غلط قرار دیا گیا ہے۔ دینِ اسلام میں عزت اور بزرگی کا پیمانہ انسان کے اعمال کو قرار دیا گیا ہے۔اسلام ہر طرح کی عصبیت اور جغرافیائی حد بندیوں کو ناجائز قرار دیتا ہے اور ہر شخص کو موقع دیتا ہے، کہ وہ اپنے اعمال کے ذریعے اپنی دُنیا آپ پیدا کرے۔اسلام میں قومیت کی تشکیل کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ کلمہ گو کسی بھی خطے میں رہتا ہو، کسی بھی رنگ، نسل، زبان اور علاقے سے تعلق رکھتا ہو، ملّتِ اسلامیہ کا ایک فرد ہے اور اسی ترکیب سے قوم رسولِ ہاشمی تشکیل پاتی ہے۔بقول ڈاکٹر کوثر یہ اسلامی تعلیمات کا اثر تھا، کہ جب حضرت سلمان فارسی سے اُن کے نسب کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو اُنھوں نے اس کے جواب میں کہا تھا، سلمان ابن اسلام۔ ۶؎ ملّتِ اسلامیہ جب غیروں کے ہاتھوں سازشوں کا شکار ہو کر عصبیت، وطنیت پرستی اور قومیت پرستی کے چکروں میں آئی تو اس کا شیرازہ بکھر گیا۔علامہ اقبال نے، جب مسلمانوں کی یہ حالت زار دیکھی تو گویا ہوئے :

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر۷؎

اقبال نے ملّتِ اسلامیہ کو تعصبات اور باہمی تنازعات سے بچے رہنے کے لیے توحید اور رسالت ﷺ کا سبق دیا۔بقول ڈاکٹر کوثر علامہ اقبال نے اپنے الہامی کلام کے ذریعے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا اور مختلف خطروں سے آگاہ کر کے غیروں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور اس طرح برصغیر پاک و ہند کے مسلمان اخوت و رواداری کو اپنا کر اپنے لیے ایک آزاد خطہٗ زمین لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس لیے نوجوان نسل کا فرض ہے کہ وہ اقبال کے پیغام پر عمل کریں، کیوں کہ اسی میں اُن کی اپنی اور پوری انسانیت کی فلاح اور کامیابی پوشیدہ ہے۔

غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پر افشاں ہو جا

مضمون ''تعلیم علامہ اقبال کی نظر میں'' میں اقبال کی تعلیم کے بارے میں سوچ اور فکر کو نوجوانوں کے عمل کے لیے نہایت عمدگی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔کوئی بھی قوم اپنے نونہالوںاور نوجوانوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیے بغیر ترقی کی راہوں پر گامزن نہیں ہوسکتی۔ اقبال نے تعلیم کو ایسی شئے قرار دیا ہے، جو کسی بھی انسان کی خودی کو اُجاگر کرتی ہے۔خودی کے ارتقاء کے لیے اقبال بتدریج ارتقائی مراحل کے قائل ہیںاور چاہتے ہیں کہ ساری سماجی اور تعلیمی جدوجہد خودی کے ارتقاء کے لیے استعمال ہونی چاہیے۔چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ:

خودی کے ساز میں ہے عمرجاوداں کا سراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں امتوں کے چراغ۸؎

کسی بھی انسان کی کامیابی کا رازاُس کی ان تھک محنت، جدوجہد اور عمل میں پوشیدہ ہوتا ہے۔انسان کو ایک طرف، تودُنیاوی رکاوٹوں اور مشکلات کا ڈٹ کر مردانہ وار مقابلہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، تو دوسری طرف اُسے اپنی ذات کے اندر موجود منفی رویوں اور تباہ کن رحجانات کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔یہ سب کچھ بغیر محنت اور تگ و دو کے ہاتھ نہیں آتا۔اسی لیے اقبال کہتے ہیں:

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرہاد

اور

نادان! ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے
اسباب ہنر کے لئے لازم ہے تگ و دو ۹؎

اقبال نے اس تعلیم کی تباہ کاریوں کا بھی جائزہ لیا ہے جس سے اسلامی تاریخ اور تمدّن مسخ ہو کر رہ گئے اور جس کے حصول سے نوجوانوں میں خودی کی بجائے خود فراموشی پیدا ہوئی۔وہ ایسے علم کو زہرِ قاتل قرار دیتے ہیں۔وہ مغربی تہذیب و تمدّن کی اندھی تقلید کے سخت مخالف ہیں، لیکن موجود خوبیوں کو اپنانے کا مشورہ دیتے ہیں۔بقول ڈاکٹر کوثر، علامہ اقبال تعلیم کے ذریعے نوجوان نسل میں وسعت خیالی، وسیع المشربی اور حریت پسندی پیدا کرنے کے خواہاں تھے۔ ۱۰؎ مضمون نوجوان نسل کے لیے عمل راہ کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں تعلیم و ہنر کے ساتھ محنت، تگ و دو اورجہد مسلسل کی اہمیت کے بارے میں اقبال کے افکار ملتے ہیں۔

مضمون''تعلیم ایک تاریخی عمل کی حیثیت سے''اقبال کے اس بارے میں افکار کی تشریح و تفہیم کرتا ہے۔علامہ کے ہاں تاریخ، ماضی، حال اور مستقبل کے متوازن اور مسلسل مطالعہ سے وجود میں آتی ہے اور اس میں ایک تسلسل اور ربط موجود ہوتا ہے۔ حال کو ماضی سے جوڑے بغیر سمجھنا مشکل ہوتا ہے، کیوں کہ اس کی جڑیں ماضی سے جڑی ہوتی ہیں۔ماضی سے آگاہی حاصل کیے بغیر حال کو سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔اور ان دونوں کے بغیر بہتر مستقبل کا نقشہ قائم کرنا ممکن نہیں ہوتا۔علامہ اقبال کی اسی فکر کے تناظر میں یہ مضمون قلم بند کیا گیا۔مختلف فلسفیوں کے مطابق قوموں کی تاریخ جغرافیائی ماحول، سیاسی تغیرات اور اقتصادی تبدیلیوں کے رُونما ہونے سے ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس کا تعین انہی عوامل سے کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر نظریہ اپنی جگہ پر درست کہا جا سکتا ہے، لیکن ان مادی ذرائع کے علاوہ رُوحانی ذریعہ '' تعلیم '' بھی موجود ہے۔اس فلسفے کے بانی پروفیسر گلبرٹ ہایئٹ ہیں، جنھوں نے یہ نظریہ پیش کیا، کہ تعلیم کے ذریعے سے ہی تاریخی واقعات کے تسلسل کو سمجھا جا سکتا ہے اور تعلیم ہی کے ذریعے سے ایک مہذب قوم کسی دوسری غیر مہذب قوم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ۱۱؎ اس مضمون میں اس تاریخی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تاریخ کے اوراق کو پلٹ کر جاپان، ترکی اور یونانی روسی تہذیب کی مثالیں پیش کر کے واضح کیا گیا ہے کہ تاریخ تعلیم کے ذریعے سے وجود میں آئی ہے اور یہی فلسفہ اقبال کے ہاں ملتاہے۔

ڈاکٹر کوثر کی اقبال پر لکھے گئے مضامین اور مقالوں پر مشتمل کتاب''اقبالیات کے چند خوشے'' قریشی پبلی کیشنز، کوئٹہ کے زیراہتمام ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی اوراس کا دوسراایڈیشن سیرت اکادمی

بلوچستان، کوئٹہ کے زیر اہتمام ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر رحیم بخش شاہین نے اُن کی اس کتاب کے مضامین کو ایسے مضامین قرار دیا ہے، جو اپنے اندر تغیر وانقلاب کا پیغام لیے ہوئے ہیں۔ جب کہ ڈاکٹر سیّد محمد اکرم نے اسے گراں مایہ تصنیف قرار دیا ہے۔ ۱۳ ؎ ڈاکٹر غلام حسین اظہر نے کتاب میں شامل مقالوں کو ایسے مقالے قرار دیا ہے، جو فکری اعتبار سے علامہ اقبال کی فکر اور سوچ کے مطابق معاشرے کے ہر فرد کو اپنے اندر مثبت تبدیلی پیدا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ۱۴؎ ڈاکٹر وحید عشرت لکھتے ہینکہ :'' تمام لوگوں کے لیے یہ کتاب یوں بھی رہنما ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے نہایت اہم اور مشکل موضوعات کو بالکل عام فہم اور سادہ انداز سے بیان کیاہے۔یہ کتاب دراصل ایک کلید ہے اقبال کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے، جو ابھی مبتدی ہیںکتاب کا نام بھی بڑا منفرد ہے ''اقبالیات کے چند خوشے''۔ یوں کتاب کے عنوان ہی سے کوئٹہ، چمن اور بلوچستان کے دوسرے شہروں میں مہک بار انگور کی بیلوں اور ان کے خوش ذائقہ خوشوں کی خوشبو آنے لگتی ہے۔'' ۱۵؎

''اقبالیات کے چند خوشے ''علامہ اقبال کے فکروفن سے متعلق ڈاکٹر کوثر کے لکھے گئے تیرہ مضامین ''علامہ اقبال اور تحریک پاکستان''، '' نسل نو اور اقبال کا شاہین''، ''علامہ اقبال اور قومیت''، '' علامہ اقبال اور عصبیت ''، '' تعلیم، علامہ اقبال کی نظر میں''، ''تعلیم، ایک تاریخی عمل کی حیثیت سے''، ''اقبال، مرد خود آگاہ''، ''علامہ اقبال کا نظریہ اجتہاد''، ''اقبال کا ذ ہنی ارتقاء بانگ درا کی روشنی میں''، '' مرد حر''، '' مرد مومن''،، '' بال جبریل کا تنقیدی مطالعہ''، ''علامہ اقبال اور تیسری دنیا''شامل ہیں۔ان مضامین میں سے پانچ مضامین '' علامہ اقبال اور عصبیت''، '' تعلیم، اقبال کی نظر میں''، '' تعلیم، ایک تاریخی عمل کی حیثیت سے''، ''مرد حر'' اور ''مرد مومن'' ڈاکٹر کوثر کی مرتبہ کتاب ''مرد حر'' میں بھی شامل ہیں، جب کہ چار مضمون '' علامہ اقبال اور قومیت''، ''علامہ اقبال کا نظریہ اجتہاد''، '' اقبال کا ذہنی ارتقاء بانگ درا کی روشنی میں'' اور ''اقبال، مرد خود آگاہ'' ڈاکٹر کوثر کی کتاب ''جوئے کوثر'' کے حصہ اقبالیات میں بھی شامل ہے۔جوئے کوثر دسمبر ۱۹۷۶ء میں بابر اسٹیشنرز اینڈ پبلشرز، کوئٹہ کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھی۔یوں ''اقبالیات کے چند خوشے'' میں موجود تیرہ مضامین میں سے نو مضمون ایسے ہیں، جو ڈاکٹر کوثر کی دو کتابوں میں پہلے شائع ہوئے۔''اقبال، مرد خود آگاہ '' ڈاکٹر کوثر کے مرتبہ مجموعۂ مضامین '' اقبال شناسی اور بلوچستان کے کالج میگزین '' میں بھی شامل ہے، جب کہ ''نسل نو اور اقبال کا شاہین''، اُن کی مرتبہ کتاب ''اقبال شناسی اور ادبائے بلوچستان کی تخلیقات '' کی جلد دوم اور '' علامہ اقبال کا نظریۂ اجتہاد'' ڈاکٹر کوثر کے مرتبہ مجموعے ''اقبال شناسی اور ادبائے بلوچستان کی تخلیقات '' کی جلد اوّل میں شامل ہے۔''جوئے کوثر'' میں موجود چار مضامین کو ''اقبالیات کے چند خوشے '' میندوبارہ شامل کرنے کے پیچھے تو یہ وجہ ہو سکتی ہے، کہ ان مضامین کو مطالعۂ اقبال کے حوالے سے شائع ہونے والی کتاب میں جگہ دینے کی ضرورت کے احساس کے تحت شامل کیا گیا ہو، لیکن علامہ اقبال سے متعلق مجموعہ مضامین ''مرد حر'' کے پانچ میں سے چار مضامین کو دوبارہ شامل کرنے کی ضرورت سمجھ میں نہیں آتی۔

''اقبالیات کے چند خوشے'' میں شامل پہلے مضمون'' علامہ اقبال اور تحریک پاکستان'' میں علامہ اقبال کے اُس کردار، سوچ اور فکر کو موضوع بنایا گیا ہے، جس کے تحت برصغیر پاک و ہندکے

مسلمانوں کے لیے ایک الگ، آزاد اور خود مختار ملک کے حصول کے لیے جدوجہد کی گئی اور ۱۹۴۷ء میں ایک نظریاتی ملک پاکستان کے نام سے وجود میں آیا۔ اقبال کا نظریہ یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک ایسی آزاد ریاست وجود میں آنی چاہیے، جہاں مسلمانوں کو مرکزیت حاصل ہواور جہاں مسلمان اپنے دینی تشخص کی آب یاری کر سکیں اور خطے میں توازن قوت کے باعث امن وامان قائم رہ سکے۔ اقبال نے اس مقصد کے حصول کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح سے بھی رابطہ کیا۔۱۶؎ ڈاکٹر کوثر لکھتے ہیں کہ:''قرار داد پاکستان کی منظوری کے بعد ۲۴/مارچ کو قائداعظم نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری سیّد مطلوب الحسن سے کہا'اگرچہ اقبال آج ہم میں نہیں ہیں، اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ دیکھ کر کتنے خوش ہوتے کہ ہم نے بعینہ وہی کیا ہے جو اُن کی خواہش تھی'۔'' ۱۷؎

مضمون'' نسل نو اور اقبال کا شاہین'' میں نوجوان نسل کو علامہ اقبال کا وہ سبق یاد دلایا گیا ہے، جس کے تحت اُنھوں نے نوجوانوں کو'' شاہین ''سے تشبیہہ دے کر، اُن کی عظمت بڑھائی اور اُنھیں باور کرایا کہ وہ اپنی ذات کے اندر شاہین کی صفات قائم رکھ کر نہ صرف دُنیا میں اپنا ایک خاص مقام پیدا کر سکتے ہیں، بلکہ اپنی قوم و ملّت کی سر بلندی کا بھی باعث بن سکتے ہیں۔نوجوانوں کے لیے اُن کا پیغام ہے :

تو شاہین ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں۱۸؎

نوجوانوں کے لیے یوں دعا کرتے ہیں:

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے۱۹؎

مضمون''علامہ اقبال اور قومیت'' فکر اقبال کے ایک اہم پہلو پرروشنی ڈالتا ہے۔علامہ اقبال نے ہمیشہ قومیت کے محدود تصور سے بالا تر ہوکر بین الاقوامی اور ملّی سطح پر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔قومیت کی تشکیل کے نظریات میں سے ایک نظریہ مغربی فلاسفروں نے پیش کیا، جس کی رُو سے قومیں جغرافیائی حد بندیوں سے وجود میں آتی ہیں اور کسی خاص جغرافیائی حدود کے اندر رہنے والے افراد ہر تفریق سے قطع نظر ایک قوم کے افراد ہوتے ہیں۔ایک نظریہ اسلام نے پیش کیا، جس کی رُو سے قومیت جغرافیائی حد بندیوں سے بالا تر ہوتی ہے اور ملّت اسلامیہ کا کوئی فرد ہر قسم کی تفریق سے قطع نظر، کہیں بھی بستا ہو، ایک قوم کا فرد ہوتاہے۔

علامہ مرحوم نے قومیت کی تشکیل سے متعلق تمام فلسفیوں کے نظریات کا بغور مطالعہ کیا۔ وطن سے محبت اور وابستگی کا جذبہ اقبال کے ہاں بھی ملتا ہے۔ مثلاً

وطن کی فکر کر ناداں ! مصیبت آنے والی ہے

تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو
تمہاری داستان تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں۲۰؎

لیکن وقت کے ساتھ ساتھ علامہ مرحوم کے ہاں بھی قومیت کا وہی نظریہ پروان چڑھا، جو دین اسلام نے پیش کیا۔چناں چہ اقبال کہتے ہیں:

ان تازہ خدائوں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پر گواہی
گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے۲۱؎

اسی طرح اقبال مزید کہتے ہیں:

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں
اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی۲۲؎

اگلے تین مضمون ’’مردحر‘‘ میں شامل ہیں اور ان کا جائزہ ’’مردحر‘‘ کے مضامین کی ذیل میں لیا جا چکا ہے۔اس کتاب میں شامل ساتواں مضمون ’’اقبال، مرد خود آگاہ‘‘ ہے۔اس مضمون میں اقبال کے نظریۂ خود آگاہی کو موضوع بنایا گیا ہے۔اقبال نے خودی کا یہ نظریہ تمام انسانوں اور بالخصوص ملّت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کی غرض سے پیش کیا، کیوں کہ جب افراد کی خودی ملّت کی خودی بن جاتی ہے، تو ایسی قوم و ملّت ترقی کی منزلوں پر چل نکلتی ہے۔بقول ڈاکٹر کوثر:’’ وہ فرد اورملت کی تطہیر اور تکمیل کی خاطر لائحہ عمل بھی تجویز کرتے ہیں۔جیسے غم اور خوف کا دور کرنا۔دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچنا، مساوات اور اخوت کو اپنانا، آئین کی فرمانبرداری، آرزو کی تربیت اور پھر عشق اور ضبط نفس کے مرحلوں سے گزر کر نیابت الٰہی کے مقام سے سرفراز ہونا۔‘‘ اقبال خودی کے بارے میں کہتے ہیں:

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی

یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی نہ مر سکے۲۳؎

مضمون'' علامہ اقبال کا نظریہ اجتہاد'' میں علامہ اقبال کی اُس دینی سوچ اور فکر کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس کے تحت علامہ نے قرآن پاک کو ایک ایسی کتاب قرار دیا، جو کسی بھی فرد کی رہنمائی کے لیے موجود ہے۔قرآن پاک سے رہنمائی حاصل کرکے بہتر زندگی بسر کی جا سکتی ہے اور ایک مثالی معاشرہ جنم لے سکتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی تعلیمات کو سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔قرآن پاک کے علاوہ سنت رسولﷺ عمل کا بہترین نمونہ ہے۔دینی اُمور کو سمجھنے کے لیے تحقیق و تدقیق اور فکر و نظر کا دریچہ کھلا رکھنا چاہیے اور مقصد زندگی کے اُمور کو قرآن و سنت کے مطابق گزارنا ہونا چاہیے۔

ہر کہ عشق مصطفی سامان اوست

بحر و بر در گوشہ دامان اوست

گر تو می خواہی مسلمان زیستن

نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

مضمون '' اقبال کا ذہنی ارتقاء، بانگ درا کی روشنی میں''میں فکر اقبال کا علامہ اقبال کے پہلے اُردو مجموعۂ کلام ''بانگ درا'' میں موجود کلام کے تنا ظر مینموضوعاتی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔بانگ درا کے پہلے دَور یعنی ۱۹۰۵ء سے پہلے کی نظمیں مطالعۂ فطرت، احساس انسانی، عظیم ہستیوںاوربچوں سے متعلق شاعری پر مبنی ہیں۔چند غزلیں بھی شامل ہیں۔اس حصّے کی شاعری کے مطالعہ سے احساس ہوتا ہے کہ علامہ مرحوم کے سامنے ایک واضح مقصد، سوچ اور فکر موجود تھی۔اس مقصد کا پتا ''التجائے مسافر''، ''صبح کا ستارہ''، ''چاند'' اور ''انسان اور بزم قدرت'' جیسی نظموں سے لگایا جا سکتا ہے۔علامہ نے انسان کو فطرت سے بلند پیش کیا، کیوں کہ انسان اپنی قوت سے باخبر ہے اور تخلیقات سے ارفع ہے، کیوں کہ یہ سب اس کی وجہ سے وجود میںآئے۔پھر اُنھوں نے انسانوں کو جانچا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ انسان دو طرح کے ہوتے ہیں۔ایک وہ جو واقعی انسان ہیں اور اپنی قوت سے تعمیری کاموں مینحصہ لیتے ہیناور دوسری طرح کے انسان وہ ہیں، جو عطا کی گئی قوت کا منفی طریقوں سے استعمال کرتے ہیں اور دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس حصّے میں اگر چہ علامہ نے خودی کا لفظ استعمال نہیں کیا، لیکن ''انسان اور بزم قدرت میں'' میں اس مضمون کو اپنایا ہے۔انسان کو انقلاب کا منبع اور اپنی ارتقاء پر قادر قرار دیا گیا ہے۔ وطن پرستی، بین الاسلامیت اورانسانوں سے محبت بھی دکھائی دیتی ہے۔بقول ڈاکٹر کوثر، علامہ اقبال پیدائشی طور پر ایک فلسفی تھے اور اُن کا مخصوص پیغام اُن کی شاعری میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ۲۴؎

بانگ درا کے دوسرے حصّے کی نظموں میں_ فطرتی شاعری کم ہو گئی۔موضوعات تبدیل ہوئے۔پہلے حصّے میں اقبال فطرت کو دیکھ رہے تھے او ر اس نتیجے پر پہنچے کہ فطرت کی حیات انسان سے عبارت ہے اور اب دوسرے حصّے میں وہ انسان کی جانب زیادہ متوجہ ہو گئے۔ بقول کوثر، اقبال اس نتیجے پر پہنچے کہ فطرت میں جمود نہیں ہے، بلکہ حرکت کا مادہ موجود ہ ہے اوراسی طرح انسان میں تغیر کا عنصر پایا جاتا ہے اور یہ تغیر پسندی، حرکت پذیری اور پیش روی زندگی کی

علامت ہے۔ طلوع اسلام میں خودی کا لفظ استعمال کرتے ہوئے عمل اور حرکت کی دعوت دی گئی ہے۔

تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہوجا، خدا کا ترجماں ہو جا
خودی میں ڈوب جا غافل یہ سر زندگانی ہے
نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاوداں ہو جا۲۵؎

اگلے دو مضمون ''مرد حر'' اور ''مرد مومن'' علامہ اقبال کی شاعری، فکر وفن اور فلسفہ سے متعلق ڈاکٹر کوثر کے مجموعہ مضامین ''مرد حر'' میں زیر مطالعہ آچکے ہیں۔بارہواں مضمون ''بال جبرئیل کا تنقیدی مطالعہ'' کے عنوان سے شامل ہے۔جیسا کہ مضمون کے عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ مضمون علامہ اقبال کے دوسرے اُردو مجموعۂ کلام ''بال جبریل '' کے تنقیدی مطالعہ پر مبنی ہے۔بال جبریل دو حصّوں پر مشتمل ہے۔پہلا حصّہ غزلیات، نظموں اور چند رُباعیات پر مشتمل ہے، جب کہ دوسرا حصّہ نظموں، ساقی نامہ اور کچھ قطعات پر مشتمل ہے۔اس اُردو مجموعۂ کلام سے پہلے ''پیام مشرق'' اور ''زبور عجم'' کی فارسی غزلیات کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ علامہ نے غزل کومخصوص اور محدود موضوعات و مضامین سے نجات دلا کر اپنی غزلیات کو نیا رُخ عطا کیااور یہ خاصیت اُن کے اُردو مجموعۂ کلام ''بال جبریل'' میں کھل کر سامنے آتی ہے۔ اقبال نے خودی کا نیا تصور پیش کیا اور دیگر نئے تصورات جیسے عشق، بیخودی، عقل، حیات، فقر، جمہوریت، آزادی، محنت، درویشی، مکتب، عروج اور عظمت جیسے مضامین نئے طریقے اور لب و لہجے کے ساتھ پیش کیے۔بال جبریل کی نظموں، غزلوں، رُباعیات و قطعات میں اقبال کی تخیلی و تخلیقی قوتیں پوری آب و تاب کے ساتھ کھل کر سامنے آتی ہیں۔ کلام میں وجدانی اظہاربلندیوں کو چھو رہا ہے۔اُسلوب و انداز بیان نہایت دل کش اور متا ثر کرنے والا ہے۔ترنم، نغمگی، روانی، لفظوں اور ٹکڑوں کی تکرار، فارسی تراکیب و استعارات کا بڑی عمدگی سے استعمال کیا گیا ہے۔ سب سے بڑھ کر علامہ اقبال کے کلام میں دعوت عمل ہے اور بال جبریل میں منزل کی رہنمائی کی گئی ہے۔

تھا ضبط بہت مشکل اس سیل معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر۲۶؎

''اقبالیات کے چند خوشے'' میں آخری مضمون''علامہ اقبال اور تیسری دنیا'' کے عنوان سے شامل ہے۔ علامہ اقبال کو پسے ہوئے اور مظلوم انسانوں کا درد شروع سے رہا ہے، چناں چہ اُن کی شاعری میں ایسے موضوعات ملتے ہیں اور مظلوموں کے لیے آواز اُٹھانے کے معاملے میں اُن کی آواز کو انقلابی آواز کہا جاتا ہے۔ظلم اور زیادتی سے محفوظ رہنے کے لیے اقبال نے تعلیم کو ضروری شئے قرار دیا ہے، لیکن اقبال ایسی تعلیم کے قائل ہیں، جس میں عقل اور وجدان کے عناصر مساوی طور پر موجود ہوں۔اقبال کے نزدیک فرد کی خارجی و داخلی ہر دو طرح سے تعمیرضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی اقبال سیاسی استحکام کو بھی ظلم اور زیادتی سے محفوظ رہنے کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ تیسری دنیا کے ممالک میں بسنے والوں کو اقبال نے حصول علم، عمدہ تکنیکی و فنی مہارت کا حصول،

تخلیق و تحقیق کی ضرورت، سیاسی شعور و استحکام، اتحاد و اتفاق، عمل اور جدوجہدکو اپنانے اور کاہلی و سستی، جہالت اور نا اتفاقی اور مذہبی تعصب سے بچے رہنے کی تلقین کی ہے۔

اٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام و سحر تازہ کریں۲۷؎

ڈاکٹر کوثر کا کہنا ہے کہ اقبال نے مسلمانوں کو اپنے الہامی کلام کے ذریعے بیدار کیا اور اُنھیں مختلف نوعیت کے خطرات سے آگا ہ کیا۔ ۲۸؎ ڈاکٹر کوثر کا یہ اقبالیاتی سرمایہ بلوچستان میں فکرِ اقبال کے تعارف اور اشاعت و ترویج کا باعث بنا اور موضوعات کی نوعیت سے اہمیت کا حامل ہے۔

حوالے/حواشی:

)۱(ڈاکٹر سیّد حسین محمد جعفری، اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید، پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، ۱۹۸۸ء ص:۱۴۔

)۲ (پروفیسرمحمد منور، ایقان اقبال، طبع سوم، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۸ء ص:۱۶۷۔

)۳(ڈاکٹر انعام الحق کوثر : بلوچستان میں تذکرۂ اقبال، طبع اوّل، ادارہ تصنیف و تحقیق، کوئٹہ، ۲۰۰۵ء، ص:۹۴۔

)۴(ڈاکٹر انعام الحق کوثر: مرد حر، اصغر اسٹیشنرزاینڈ بک سیلرز، کوئٹہ، ۱۹۷۸ء، ص:۱۱۔۱۰۔

)۵ (ایضاً، ص:۲۵۔

)۶ (ایضاً، ص:۳۰۔

)۷(ایضاً، ص:۳۱۔

)۸ (ایضاً، ص:۳۸۔

)۹ (ایضاً، ص:۳۹۔

)۱۰ (ایضاً، ص:۵۸۔

)۱۱(ایضاً، ص:۶۴۔

)۱۲ (ڈاکٹر انعام الحق کوثر : اقبالیات کے چند خوشے، سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ)، کوئٹہ، ۱۹۸۸ء، ص:۱۳۔

)۱۳ (ایضاً، ص:۱۱۔

)۱۴(ایضاً، ص:۱۷۔

)۱۵(اقبالیات، لاہور، جولائی۔ستمبر ۱۹۹۲ء ص:۳۱۔

)۱۶(اقبالیات کے چند خوشے، ص:۲۸۔

)۱۷ (ایضاً، ص:۲۹۔

)۱۸(ایضاً، ص:۳۶۔

(۱۹ ایضاً، ص: ۳۷۔
(۲۰ ایضاً، ص: ۴۸۔
(۲۱ ایضاً، ص: ۴۹۔
(۲۲ ایضاً، ص:۵۳
(۲۳ ایضاً، ص:۹۴
(۲۴ ایضاً، ص:۱۱۴
(۲۵ ایضاً، ص:۱۲۷
(۲۶ ایضاً، ص:۱۶۳۔
(۲۷ ایضاً، ص:۱۷۱۔
(۲۸ ڈاکٹر انعام الحق کوثر: مطالعۂ اقبال بلوچستان میں، سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ)، کوئٹہ، ۲۰۰۲ء، ص:۱۲۔

/....../